ناقل: ابومعاویہ رحمانی چوہان

ضرورتِ نبوت

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

خداوند قدوس نے انسان کو ایک ایسی امتیازی فطرت سے نوازا ہے کہ جس کے باعث وہ ''اشرف المخلوقات'' کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہے۔ انسان کے فطری خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فطرت کے خمیر میں خیر و شر کی استعدادی قوت ودیعت رکھی گئی ہے۔ استعداد شر کے باعث یہ قبائح و فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور استعداد خیر کے باعث خیر و حسنات کے امور سرانجام دیتا ہے۔ انسان کی فطری جامعیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے:

ان اللّٰہ خلق آدم وجعل فیه نفسا وروحاً فمن الروح عفافه وحلمه وسخائوه وفائوه ومن النفس شهوته وطیشه وسفهه وغضبه (الروض الانف، ج1، ص198)

ترجمہ: خداوند قدوس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی فطرت میں نفس اور روح کو ودیعت رکھا ہے۔ انسان کی پاک دامنی، بردباری، سخاوت اور ایفائے عہد روح کے باعث ہے اور انسان میں برائیوں کی خواہش، غصہ، بے وقوفی کے کام اور غضب نفس کے باعث ہے۔

یہ قوت استعدادِ افعال کے اعتبار سے غیر متناہی ہے۔ بعض انسان اگر جذبہ تسکین خواہشات کے تحت اس قوت کو فواحش و قبائح کے ارتکاب میں صرف کرتا رہے تو اس کے تمرد عصیان اور تجاوز عن الحدود کے لیے کوئی ایسا نقطہ معرضِ وجود میں نہیں آئے گا کہ جس کے بعد انسانی استعداد معدوم ہو جائے اور اس کے تمرد و استکبار کی وہ انتہائی منزل ہو اور اسی طرح اگر انسان اس قوت استعداد کو امور خیر و حسنات میں صرف کرے تو ترقیٔ مدارج و معارج کی شاہراہ پر ایسی کوئی منزل معرض وجود میں نہیں آئے گی کہ جس پر انسان کی روحانی ترقی و صعودی حرکت منقطع و مختتم ہو کر سکون و جمود میں تبدیل ہو جائے بلکہ ہر آن و ساعت میں تقرب الی اللہ کے مدارج کی منزل طے کرتا رہے گا۔ انسان کی اس جامعیت اور فطری خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ملک را عقل داد بے شہوت و غضب و حیوان را شہوت و غضب داد بے عقل و انسان را ہر دو داد پس اگر انسان شہوت و غضب را مطیع و منقاد عقل گرداند و بکمال عقلے بر سد رتبۂ او از ملک اعلیٰ باشد چہ ملک را مزاحمی در کمال نیست بلکہ اختیارے دراں نہ۔ و انسان باوجود مزاحم بسعی و اجتہاد بایں مرتبہ فائز شدہ و اگر عقل را مغلوب شہوت و غضب سازد خود را از رتبہ بہائم فروتر انداز د چہ ایشاں بواسطۂ فقدان عقل کہ وازع شہوت و غضب تواند بود در نقصان معذور اند بخلاف انسان۔'' (اخلاق جلدی، ص24)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قوتِ عاملہ سے تو نوازا ہے لیکن ان میں قوتِ شہوانیہ اور غضبیہ مفقود ہے اور انسان

کے علاوہ باقی حیوانات کے اندر قوت شہوانیہ وغضبیہ موجود ہے اور انسان کے علاوہ باقی حیوانات کے اندر قوت شہوانیہ وغضبیہ موجود ہے لیکن قوت عاقلہ سے یہ عاری ہیں اور انسان کے اندر یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔ پس انسان اگر قوت شہوانیہ اور غضب کو عقل کے تابع اور اس کا فرماں بردار بنادے تو انسان عقلی کمال کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ فرشتوں کے اندر کوئی ایسی قوت موجود نہیں جو کہ کمال عقلی کے حصول سے مانع اور مزاحم ہو بلکہ وہ تو نیکی کے خلاف عمل کرنے کی قوت اختیار سے بھی محروم ہیں اور انسان کی فطرت میں کمال عقلی کے حاصل کرنے میں مزاحم موجود ہے۔ اس لیے انسان یہ مرتبہ اجتہاد اور سعی مسلسل کے بعد ہی حاصل کرتا ہے اور انسان اگر قوت عاقلہ کو قوت شہوانیہ اور غضبیہ کے تابع کر دے تو حیوانات کے درجہ سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ اس لیے کہ حیوانات قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ کا مقابلہ کرنے والی قوت عاقلہ سے عاری ہونے کے باعث معذور ہیں اور انسان کے اندر قوت عاقلہ موجود ہے۔

خداوند قدوس نے جس طرح مادی اشیاء کی فطرت میں بعض ایسی خصوصیات ودیعت رکھی ہیں کہ جن کے باعث وہ اشیاء بدن انسانی کے لیے مفید یا مضر ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح اعمالِ انسانی بھی معنوی خصائص پر محیط و مشتمل ہیں۔ انھی خصائص کے اعتبار سے بعض اعمال روح انسانی کے لیے سودمند ہیں اور بعض اعمال مضر۔ لیکن ان منافع اور مضرات کے اثرات کا ظہور حیاتِ اخروی میں ہوگا۔ جس طرح جسمانی اطباء جسم انسانی کے لیے مفید یا مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں، اسی طرح روحانی اطباء روح انسانی کے لیے مفید اور مضر اعمال کی نشاندہی کرتے ہیں:

''چنانکہ ابدان را بعض اشیاء نافع وبعضی ضار دریں حیات دنیا ہم چنیں انسان را بعض افعال مضر در حیات اخرویہ چہ افعال استعداد اقتضائے ایصال بجنۃ ونار می دارند۔ وایں ضرر ونفع افعال در حیات اخرویہ کہ حیات اصلیہ است ظاہر خواہد جود شد۔ وایں حیات را بعض افعال نافع است وبعض مضر۔ وایں حکم مر افعال در حد ذات وئے ثابت است۔ وچنانکہ طبیبان طبیعت اشیاء نافعہ وضارۂ ابدان را در حیات دنیا وبیہ بیان می کنند تا بدن از عروض مرض در حیات دنیا مصئون باشد۔ ہم چنیں انبیاء ورسل حضرات ونافعات حیات اخروی بیان می فرمایند تا بعمل بکن انسان مصئون باشد از رنج عالم۔'' (بحر العلوم، شرح مثنوی، ص 125، دفتر سوم)

ترجمہ: جیسا کہ انسان کے بدن کے نفع کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بعض چیزیں نفع رساں اور بعض چیزیں نقصان دہ ہیں، اسی طرح حیات اخرویہ کے لیے بھی بعض انسانی اعمال نقصان دہ ہوتے ہیں کیوں کہ یہ افعال بہ اعتبار اِنھی ذاتی خصوصیت کے جنت اور جہنم تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور ان کا نفع ونقصان حیات اخرویہ میں ظاہر ہوگا جو کہ اصلی حیات ہے۔ اس لیے بعض افعال حیات اخرویہ کے لیے نفع رساں ہیں اور بعض افعال نقصان دہ اور یہ خاصیت ان کی ذات میں موجود ہے اور جس طرح انسانی جسم کے حکیم اور طبیب انسان کے جسم کے لیے مفید اور مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ انسان لحوق مرض سے محفوظ رہ جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام حیات اخرویہ کے لیے مفید اعمال اور مضر اعمال بیان کرتے ہیں تاکہ انسان اخروی زندگی میں رنج والم سے نجات حاصل کر سکے۔ اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نبوت اور اعمال شرعی کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **ان الانسان من بدن و قلب** الخ۔

انسانی فطرت کی اس تمہیدی توضیح اور اس کے اعمال کے روحانی اور فطری خصائص بیان کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ قوت خیر کی تدبیر واصلاح اور قوت شر کے مضرات اور نقصانات سے

تحفظ کے لیے اور اس کی تربیت تزکیہ اور نظامِ زندگی کو جادۂ اعتدال پر استوار کرنے کے لیے خداوندقدوس کی طرف سے نوعِ انسانی میں سے برگزیدہ انسانوں کا ایک خاص طبقہ متعین ہو کر جو کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کرے اور اسی کے مطابق انسانوں کی تربیت کر کے نظامِ زندگی کو استوار کرے اور اس برگزیدہ گروہ کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ تعمیر سیرت میں مشعل راہ ثابت ہو اور جب تک انسانی زندگی کے تمام شعبۂ ہائے حیات کو ان کے بیان کردہ طریقِ زندگی پر استوار نہ کیا جائے۔ اس وقت تک انسان کے لیے سعادات اولیٰ اور آخری کا تحصیل ناممکن ومحال ہو۔

انسانوں میں خداوندقدوس کی طرف سے یہ وہی منصب جس برگزیدہ طبقہ کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ نبوت کا یہ منصب رفیع خداوندقدوس کی طرف سے ایک وہبی منصب ہے جس کے حصول کی مدار کسب واکتساب پر نہیں۔ اس منصب کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات سے ہوئی ہے اور قصرِ نبوت کی تکمیل اس مقدس گروہ کے آخری فرد اور خاتم سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہوئی ہے۔ اس لیے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ:

ان الرسالة والنبوة انقطعت فلارسول بعدی ولا نبی بعدی

ترجمہ: رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی نیا رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی۔

فطرتِ انسانی کی جامعیت کے آئینہ میں بعثت انبیاء علیہم السلام کی ضرورت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت کا تعلق خداوندی قدوس کی صفت ربوبیت سے ہے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں خداوندقدوس کی صفت ربوبیت کا ذکر ہے اور اسی طرح تبلیغ رسالت کے متعلق قرآن مجید کی آیت **یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم** اور آیت **یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک** میں صفت ربوبیت کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کے مقاصد بعثت میں بھی تعلیم وتربیت کو نمایاں حیثیت میں بیان کیا گیا ہے۔ **ربنا وابعث فیھم الخ**۔ اور صفت ربوبیت خداوندقدوس کی ایک ایسی صفت ہے کہ اس کے مظہر تربیت کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی اس لیے سلسلہ نبوت کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔

وھی تبلیغ الشی الی کمالہ شیاً فشیاً (بیضاوی) یعنی تربیت کا معنی ہے کسی شے کو تدریجاً اپنے کمال تک پہنچانا۔

ممکن ہے کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ قرآن مجید کی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا تعلق صفت رحمت سے ہے۔ تعمق نظر سے اگر ان مباحث کا مطالعہ کیا جائے تو اس وہم اور خدشہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ خداوندقدوس کی صفت رحمت کا تحقق صفت ربوبیت میں بھی ہے۔ اس لیے نبوت کو جن آیات میں رحمت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں۔ کیوں کہ بہ توسط صفت ربوبیت نبوت کو صفتِ رحمت کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ ہمارے اس بیان سے مرزائیوں کا یہ مشہور مغالطہ بھی مندفع ہو گیا ہے کہ نبوت خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے انقطاع نہیں۔ اس لیے نبوت کا بھی اختتام نہیں۔ اس لیے کہ پیغامِ نبوت خداوندقدوس کی رضاجوئی کا ایک نظامِ تربیت ہے۔ اس لیے اس نظام کے لیے انتہا کمال ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں یہ کہ ختم نبوت چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں قیاس فاسد اور تاویل باطل کی کوئی حیثیت نہیں اور اگر نبوت کا اختتام نہ ہو تو پھر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کا نظامِ شریعت ناقص ہے۔